

﴿انتقاد کے لئے کتاب کے دو نئے آنحضرتی ہے﴾

انتقاد

- ۱۔ بیمہ زندگی : از منقی پاکستان مولانا منقی محمد شفیع صاحب مظلہ
و از مولانا محمد ولی عن صاحب منقی مدرس عربیہ نیو ٹاؤن کراچی
- ۲۔ پراؤ ڈینٹ فنڈ پر : مرتبہ مولانا منقی محمد شفیع صاحب مظلہ
زکوٰۃ اور سود کا مشلم

شائع کردہ مجلس تحقیق مسائل حاضرہ کراچی ۱۹۸۹ھ

دونوں رسالے براۓ بصیرہ ماہ روان میں موصول ہوئے۔ دونوں رسالے نہایت اہم اور فی زماننا اختلاف مسائل کے حامل ہیں۔ دونوں رسالوں کی اہمیت اور توثیق کے لئے عحضرت مولانا منقی محمد شفیع صاحب مظلہ کا اہم گرامی کافی ہے۔ مجلس تحقیق مسائل حاضرہ کراچی کا لوگوں کو شکرگزار ہونا چاہیے کہ ایسے ضروری اور اہم مسائل کی طرف مجلس نے توجہ کی اور علمائے امرت کی طرف سے عوام کی رہنمائی کا فرضیہ ایک گونہ ادا کرنے کی کوشش کی۔ یہ رسالے درحقیقت دو استفتاء کے جواب میں لکھے گئے ہیں۔

پہلا رسالہ مولانا محمد سماق سندھیوی کنوینز مجلس تحقیقات شرعیہ لکھنؤ کے سوالات متعلق «انشوں» کے جواب میں معرض تحریر میں آیا ہے۔ سوالات میں بیمہ کی حقیقت، بیمہ کی مقصد، بیمہ کی تینوں قسموں — (الف) زندگی کا بیمہ (ب) املاک کا بیمہ (ج) ذمہ داری کا بیمہ۔ نیز بیمہ کے مصالح اور مفاسد کی وضاحت کے بعد بارہ سوالات کے لئے گئے ہیں جن کا لاب بباب حسب ذیل ہے:-

- ۱۔ ۲۔ بیمہ کی منافع کی رقم کو باہمی صحیح ہے یا نہیں، کیا بآکی صورت میں جواز کی کوئی لگناش نکل سکتی ہے؟
- ۳۔ بیمہ کے تینوں قسموں کا حکم ایک ہے یا کیا؟
- ۴۔ معاملہ کی یہ شرط کہ بیمہ شدہ کے ایک خاص مدت میں تلف ہونے پر اتنی رقم اور بعد میں تلف ہونے پر ایک دوسری رقم ادا کی جائے گی اس معاملہ کو قمار کے حدود میں داخل کرتی ہے یا نہیں۔
- ۵۔ قمار یا غرر کی صورت میں کیا جواز کی کوئی لگناش ہو سکتی ہے؟
- ۶۔ بیمہ دار اپنی اصل رقم پر تقاضا کرے تو کیا یہ معاملہ جائز ہو سکتا ہے؟

کے منافع کی رقم کو اولاد تبرع اور احسان قرار دینا ممکن ہے یا نہیں؟

اللھب کا مسلمان اپنی ملکی کپنیوں کے ساتھ معاملہ کرے تو کیا جائز ہوگا؟

ومت کے انشورنس کے کار و بارا اور بخی کپنیوں کے اس معاملے میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟

ومت کے اس معاملے میں سود کی رقم کو ربا کیسے گئے یا نہیں اور یہ معاملہ کیا جائز ہوگا؟

ا کے تحت منافع کی رقم حکومت سے لے کر حکومت کے نیکس یا کنی دوسرا ہمیں دینا یا بغیر نیت ثواب

ی کو دینا جائز ہوگا یا نہیں نیز انشورنس کی روپیہ سکل میں جواز کے لئے ترمیم ہو سکتی ہے یا نہیں؟

ن سوالانے کا پہلا جواب مخدوم و محترم مولانا شفیع صاحب کا تحریر کردہ ہے جس کی تصدیق میں چھ شاہیر

دستخط ہیں۔ یہ جواب صفات ۱۲۔ ۲۲ پر مشتمل ہے۔ دوسرا جواب مفتی ولی حنفی کا تحریر کردہ ہے اور صفات

۴۔ پر مشتمل ہے۔ آخر میں ایک ضمیمہ میں بیکپنیوں کی ذمہ داری کی طرف توجہ دلائی گئی ہے تاکہ فتاویٰ کے انساب

ایں کسی قسم کا بجا تصرف نہ کریں۔

ندوم و محترم مفتی صاحب کے جواب باصواب کے متعلق کچھ کہنا چھوٹا منہ بڑی بات ہوگی اور سوالوں کے
میں ان کی تحریر ہمارے لئے سند ہے۔

بیتہ نفس مسئلہ کے متعلق بعض حقائق کی وضاحت کم از کم یہ سمجھ دان ضروری سمجھتا ہے تاکہ ہر طبقے کے اہل علم کو

نصیب ہو اور مکن ہے کہ بعض اہل علم حضرات ان کے متعلق کچھ مزید راہنمائی فرمائیں۔

یہ بات واضح ہے کہ ربا کسی حال میں حلال نہیں ہو سکتا اور قرآن پاک نیز حدیث نبوی سے اس کے سارے
اقسام کی حرمت بین طور پر واضح کر دی گئی ہے یہ بات بھی تسلیم شدہ ہے کہ تجارتی کار و بار کے منافع حلال
ہیں اور ربا نہیں۔

پاکستان ایک اسلامی جمہوری حکومت ہے جہاں اور سارے مسلم نیز غیر مسلم مالک کی طرح مغربی طرز تجارت
مغربی قوانین اور بینک کے قواعد ناقہ ہیں اور سارے عالم کے بینک اپنے کار و باری اصول و ضوابط میں

عالی بینک (ویلدینک) سے پوری طرح مسلک ہیں۔

یہ بات بالکل واضح ہے کہ پاکستان کے اسٹیٹ بینک کے اصول کے ملک کے سارے بینک پا بند ہیں نیز

یہاں کے تجارتی اصول یا بینک کے قوانین و ضوابط حکومت سے منظور شدہ ہیں سانحہ ہی یہاں کے بینکوں

اور انشورنس کپنیوں میں حکومت کا حصہ رہتا ہاں ہے اور یقینی حصہ بھی حکومت کی اجازت و انتیار سے حکومت

کے مطابق تصرف میں لایا جاتا ہے۔ کہ اس میں کوئی کلام نہیں کہ حکومت کے منظور شدہ قوانین و اصول کے مطابق سارے بینکوں اور بینیکپنیوں کے معاملات تعاون باہمی کی بنیاد پر جاری ہیں اور لوگوں کے حقوق و رقم کی حفاظت کی صفائت ان کا اولین فرضیہ ہے۔ اگر کسی قسم کی کچھ بد عنوانی پائی جاتی ہے تو یہ چیز کم و بیش حکومت کے تقریباً سارے بینکوں اور اداروں میں عام ہے جس کا حکماۃ عمومی طور پر نہیں کیا جا سکتا کہ اس کا شمار اتفاقات میں ہو گا یہ نہضی الگ چیز ہے جس کا اثر نفس قانون پر نہیں پڑتا۔

یہ حقیقت ہے کہ بینک کے بعض موجودہ طریقے اور ان کے سارے معاملات اسلامی اصول تجارت اور اسلام کے مبالغ معاملات کے معیار پر پوری طرح پورے نہیں اترتے اور ان کے بعض معاملات اسلام کے سراسر منافی میں مشلاً قارک بعض منظور شدہ شکلیں اسکا اک پیچنے سٹہ وغیرہ یا بینکوں کے قرض کے معاملات جن میں زائد رقم کا لین دین جو بظاہر ربا بھاجاتا ہے۔

اسلام نے بعض ایسے معاملات کو جن میں عادتاً فساد کا شاہینہ تھا جیسے بیع سلمہ ہے مباح قرار دیا ہے بنا بری حکومت کے محدود کے ہوئے منظور شدہ قوانین کے ماتحت ترقیاتی قرض کے لین دین میں جو حقیقت ہیں کاروبار کی ایک شکل ہے اور جو ایج اسایہ کی فراہمی کئے یہ معاملہ نہیں کیا جا رہا ہے اور اس معلمے میں فساد معاشر کا خوف بھی نہیں ہے کہ یہ ملکی قوانین کے مطابق اور اسلام کے بعض مبالغ معاملات کے مثل ہے اس قانونی رقم کو ربا کہا جائے گا یا نہیں یہ سوال اس لئے غور طلب ہے کہ عمر جاہلیت کے ربا کے معاملات سے یہ بالکل مختلف ہے اس لحاظ سے کہ جاہلیت کے زمانے میں ایسے معاملات اجتماعی منصوبے نہیں تھے اور ان کا تعلق افراد سے تھا اور وقت واجل کے مقابل میں زائد رقم دوناکرتے جلتے تھے اور ان کے لئے کوئی قاعدہ قانون مقرر نہ تھا بلکہ سراسر ظلم کے من مات طریقے تھے۔ آج بھی ایسے معاملات منسوب ہیں اور حکومت بھی ربا بمعنی U.S. SOD کو حرام قرار دیتی ہے۔ البته آج کل عرف عام میں حکومت کے منظور کردہ فیس یا انٹر سٹ کے مقرہ نرخ کو ترقیاتی قرض کے معاملات میں ناجائز تصور نہیں کیا جاتا کہ یہ عالم اجتماعی طور پر رائج ہیں اور افراد کے ساتھ مخصوص نہیں سارے لوگوں کے لئے عام ہے۔

رسالہ "پر او یڈیٹ فنڈ پر زکوہ اور سود کا مسئلہ" میں صفحہ کی ابتداء میں مفتی صاحب رقم طازی میں ... اب اگر محکمہ اپنے حاصل کردہ منافع میں سے یا خدا پری طرف سے اس رقم پر کچھ مزید رقم سود کے نام سے بڑھاتا ہے تو شرعاً وہ سود کی تعریف میں داخل نہیں بلکہ محکمہ کی طرف سے ایک انعام ہے جو ملازم کو دیا جاتا ہے اس لئے

اس کو اپنے استعمال میں لانا جائز ہے غلطی سے اس کا نام "سود" رکھ دینا مسئلہ پر اثر انداز نہیں۔ چونکہ حکومت پاکستان کے سرکاری یا منتظر شدہ سرکاری ملکے اور بینک سب حکومت کے اسٹیٹ بینک کے حیں اور سب کے معاملات ایک حصے ہیں اور سب کا تعلق باہمی جاری و ساری ہے اس لئے بینک ہو یاد کنا نہ لازمت کا ملکہ منافع کی قانونی رقم جودی جاتی ہے یا بطور فیصل جاتی ہے کیا یہ صحیح نہ ہو گا کہ ہم اس کو محی "سود" ربا نہ کہیں بلکہ "عن ادا"۔ "العام" یا "فیس" یا سیونگ بینک کی سکل میں اپنی رقم کے حصے دسمان و اہمتوں کی "منفعت" سے تعیر کریں؟ سیونگ بینک کی رقم کو شرعاً بینک کے لحاظ سے نہ قرض کہنا صحیح ہے مانت بلکہ بینک کو غیر معینہ مدت کے لئے اس کا مالک بنانا ہے۔ البتہ قواعد کے موافق یہ رقم عند الطلب واپس باسکتی ہے جیسا کہ شرکت اور مصادر بست کے معاملوں میں بھی یہ ممکن ہے۔

- رسالہ "بیمه زندگی" صفحہ ۲۴۔ آخری سطرين: "(ج) تینوں قسم کے بیموں میں جو یہ شرط ہے کہ جو شخص کچھ رقم بیمه پالیسی کی جمع کرنے کے بعد باقی مقتطوں کی ادائیگی بند کر دے اس کی جمع کردہ رقم سوخت ہو جاتی ہے، یہ شرط طلاق شرع اور ناجائز ہے قواعد شرعیہ کی رو سے اس تو تکمیل معاہدہ پر مجبور تو کیا جا سکتا ہے اور عدم تمیل کی صورت میں کوئی تعزیری سزا بھی دی جا سکتی ہے لئے"۔

اس عبارت میں جس شرط کا ذکر کیا گیا ہے یہ شرط تقریباً ۱۹۶۲ء کے لگ بھگ بیمه کمپنیوں کے یہاں رائج ہیکن حکومت پاکستان جیسا کہ قبل بیان کیا جا چکا ہے ساری بیمه کمپنیوں میں دو تھائی کی سہیم (حصہ دار) ہے اور یہ تھائی پر بھی اپنی نظر رکھتی ہے اس میں حکومت کی مرضی کے خلاف بینک یا کمپنی ولے کوئی تصرف نہیں کر سکتے۔ ہکل بیمه کمپنیوں کا "حکومت پاکستان کا منتظر شدہ قانون" یہ ہے کہ کسی پالیسی کی ادائیگی قبل از وقت روک جائے تو کمپنی صرف دس فی صد وضع کر سکتی ہے اور بقیہ رقم کی واپسی کمپنی پر لازم ہے بتا برین خلاف شرع ہونے مکمل ظاہر نہیں ہوتا۔

- رسالہ "بیمه زندگی" صفحہ ۱۶: "(۷) جائز ہے اس عبارت سے صندوق التوفیر یا سیونگ بینک کی صورت کا جواز بھی ظاہر ہوتا ہے۔

- رسالہ "بیمه زندگی" صفحہ ۱۶: "(۸) تبرع اور احسان کی کوئی علامت یہاں موجود نہیں چونکہ حکومت نے ساری رعایا کی امداد و اعانت کے لئے بیمه کمپنیوں کی خصامت لے لی ہے اور اس وقت ساری یاں ملکی یا خارجی حکومت پاکستان کی سرپرستی اور ذمہ داری پر قائم ہیں اس لئے یہ مفروضہ خلاف واقعہ ہے۔